روزانہ ایک ہی آیت ہو۔ یہ دراصل وہی تحریک ہے جو قرن اول کے مسلمانوں میں رائج تھی۔ ہجرت کے بعد چند برس ہی میں اسلام جو آندھی اور طوفان کی طرح دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیل گیا اس کے وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہر مسلمان اپنی دوسری حیثیات کیساتھ ایک مستقل حیثیت مبلغ اور معلم ہونے کی بھی رکھتا تھا۔ قرآن کی تعلیم اس وقت مسجد کے ملا اور مکتب کے استادجی کیلئے مختص نہ تھی اور نہ اسلام کی تبلیغ کیلئے واعظوں اور مبلغوں کا کوئی الگ پیشہ بنا تھا بلکہ مسلمان جہاں اور جس حیثیت میں بھی تھا معلم قرآن اور مبلغ اسلام تھا۔ ضرورت ہے کہ اسی طریقے کو اب بھی اختیار کیا جائے اور ہر شخص فرداً فرداً کلام الٰہی کے پھیلانے کی کوشش کرے۔

کیا ہم امید کریں کہ دوسرے مقامات کے مسلمان بھی اس تحریک کو اشاعت دیں گے؟

مغرب کے نظام تمدن کو جو شدید امراض اس وقت لاحق ہیں ان میں سے ایک بڑا مرض عورتوں کا معاشی استقلال ہے۔ اہل مغرب نے غلطی سے عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات پیدا کرنے کے معنی یہ سمجھے کہ جو کام مرد کریں وہی عورتیں بھی کریں۔ گذشتہ جنگ عظیم کی غیر معمولی ضروریات نے اس غلط نظریہ کو عملی صورت دیدی اور اس کا نتیجہ ہوا کہ جو کام عورتوں سے متعلق تھے ان کو چھوڑ کر وہ کارخانوں، بازاروں اور دفتروں میں مردوں کے دوش بدوش کام کرنے لگیں۔ یورپ اور امریکہ کے صنعتی ممالک اس وقت عائلی زندگی کی برہمی، ازدواجی مسرتوں کے فقدان، مناکحت کی طرف رجحانات کی کمی، معیار اخلاق کی پستی، امراض خبیثہ کی خوفناک ترقی، شرح پیدائش کے روز افزوں تنزل، محنت پیشہ طبقوں کی بڑھتی ہوئی بیکاری کے جن گوناگون خطرات میں مبتلا ہیں، ان کی براہ راست ذمہ داری عورتوں کے اسی معاشی استقلال پر عائد ہوتی ہے۔

بظاہر اس معاشی استقلال میں جو محاسن ہیں ان کو دیکھ کر اہل مشرق بھی مغرب کی تقلید کرنا چاہتے ہیں مگر شاید ان کو معلوم نہیں کہ مغرب کے عاقبت اندیش مدبر خود اس غلط نظم کی خرابیاں محسوس کر کے اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں! اس معاملہ میں اٹلی کے فرمانروا اسینور مسولینی نے جو کچھ کیا ہے وہ مشہور ہے۔ اب دوسری مثال جرمنی کے نئے چانسلر ہٹلر کی ہے۔ جرمنی کی تعمیر جدید کے لئے وہ جن تدابیر کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے ان میں سے

ایک یہ ہے کہ عورتوں کو ان کے فطری حدودِ عمل میں واپس کیا جائے چنانچہ حال میں جو قانون اس نے نافذ کیا ہے اس کی رو سے تمام غیر شادی شدہ مردوں و عورتوں پر ایک ٹیکس عائد کیا جائے گا اور اس ٹیکس سے جو رقم جمع ہو گی اس سے ان لوگوں کو ضروریات خانہ داری مہیا کرنے میں مدد دی جائے گی جو شادی کر لیں گے بشرطیکہ عورت یہ عہد کرے کہ جب تک اس کا شوہر کم از کم ۱۲۵ مارک ماہوار کماتا رہیگا اس وقت تک وہ کوئی ملازمت قبول نہ کریگی۔

امریکہ کی دولت مندی وخوشحالی پر دنیا میں رشک کیا جاتا ہے مگر خود اس ملک کے باشندے اپنے غلط نظام تمدن کی بدولت جن مشکلات میں مبتلا ہیں ان کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ دنیا کے اس سب سے زیادہ دولت مند ملک میں خودکشی کی رفتار تمام ممالک سے زیادہ بڑھ رہی ہے سنہ ۱۹۳۱ء میں وہاں (۲۰۰۸۸) آدمیوں نے اپنی زندگی کا خاتمہ کیا تھا سنہ ۱۹۳۲ء میں یہ تعداد (۲۳۰۰۰) تک پہنچ گئی گویا ایک سال میں تقریباً ۳ ہزار خودکشیوں کا اضافہ ہوا اس کے قریب قریب انگلستان کا حال بھی ہے جہاں سنہ ۱۹۱۱-۲ء میں خودکشی کا اوسط ۸۰ فی ملین تھا سنہ ۱۹۲۵ء میں ۱۰۵ ہوا اور سنہ ۱۹۳۰ء میں ۱۲۷ تک پہنچ گیا۔ ظاہر ہے کہ انسان اپنی ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ اسی حالت میں کرتا ہے جب اس کے لئے زندگی کے آلام ناقابل برداشت ہوجاتے ہیں اور اس حالت میں بھی صرف وہی لوگ ایسا کرتے ہیں جن میں قوت تحمل کم ہوتی ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مغربی زندگی کے آلام کتنی کثیر آبادی کو پریشانیوں میں مبتلا کئے ہوئے ہوں گے جن میں سے چند ہزار آدمی ہر سال اپنے آپ کو خود ہلاک کر دینے کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں

یہ نتائج ہیں اس نظام تمدن کے جسے اختیار کرنے کے لئے ہماری قوم کے ارباب تجدید بیچین ہیں مگر کیا انہوں نے کبھی اس پر بھی غور کیا کہ اسلامی تمدن کے انتہائی عروج کے زمانہ میں بھی کبھی اسلامی ممالک میں انسان پر عرصۂ حیات اتنا تنگ ہوا تھا کہ وہ دنیا سے بھاگ کر اس طرح موت کی آغوش میں پناہ لینے پر مجبور ہوتا؟ کیا اسلامی تاریخ کے کسی دور میں خودکشیوں کی اتنی کثرت یا اس سے کم کسی قابل لحاظ تعداد کا پتہ دیا جاسکتا ہے؟